افکار و مطالعات

قاضی اطہر مبارک پوری

مشرق کے وہ ممالک جو مغرب کے سامنے پڑے ہوئے ہیں ہمیشہ سے مشرق و مغرب کی آویزش کی آماجگاہ بنے رہے ہیں، خاص طور سے صحرائے افریقہ کے تمام ساحلی اور غیر ساحلی ممالک اور مقامات مغربی اور مشرقی قوموں اور حکومتوں کی دست و گریبانی کے میدان رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک طرف مراکش، الجزائر، لیبیا، طرابلس الغرب، سوڈان اور مصر میں اسلامی اثر و اقتدار کے زمانہ میں بھی یہی تماشا نظر آتا رہا ہے، اور دوسری طرف شام و فلسطین اور صحرائے سینا اس دور میں اسلام و عیسائیت کے خونی معرکوں سے لالہ زار بنا رہا ہے،

اسلامی دور کے ان معرکوں میں مسلمانوں نے بھی افریقہ کی راہ سے مغرب اقصیٰ کو پار کرتے ہوئے اٹلی، فرانس، قبرص، مالٹا، اور یورپ اور اسپین کے مختلف علاقوں پر قبضہ کیا اور وہاں حکومت کی، نیز شام کی صلیبی لڑائیوں میں کامیابی حاصل کر کے عیسائیت کے سینہ میں اسلام کا نیزہ گاڑا اور اس علاقے کے مغربی ممالک کو بھی زیر نگیں کیا، تاریخ کے قدیم دور کی یہی آویزش آج بھی برپا ہے، اور ارض شام اور صحرائے سینا سے لے کر مصر اور صحرائے افریقہ تک کشمکش اور حرب و ضرب کا سلسلہ اس وقت بھی جاری ہے۔

ہوا یہ کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی سیاسی اور حربی کمزوریوں کی وجہ سے مغربی حکومتیں برطانیہ، فرانس، اٹلی اور اسپین نے فائدہ اٹھاتے ہوئے صحرائے افریقہ اور ملک شام کے ان تمام علاقوں پر مل جل کر قبضہ کر لیا، جن میں اسلامی دور میں ہمیشہ سے کشمکش اور حرب و ضرب جاری رہی۔

اٹھارہویں صدی کا زمانہ مسلمانوں کے لئے انتہائی پستی اور کمزوری کا زمانہ تھا اور مسلمانوں کی اسی پستی اور زبوں حالی نے یورپ کے سگ پسندوں، خنزیر خوروں اور بھیڑیوں کو شہ دی کہ اُن پر حملہ کریں اور ان کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں،

اس کے بعد سے ان اطراف کی مسلمان قوم من حیث القوم یورپ کے زیر اقتدار رہ کر غلامی اور محکومی میں زندگی بسر کرتی رہی، مگر تاریخ نے پھر اپنے آپ کو دہرایا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال کی مدت کے اندر پھر مسلمانوں میں احساس و شعور کی روشنی پھوٹی اور انھوں نے اپنی کمزوری کی سزا بھگتنے کے بعد قانون قدرت کی رو سے پھر آزاد جینے اور آزاد مرنے کی

استعداد و صلاحیت پائی، زندگی کی استعداد و صلاحیت کا یہی شعور آج مغربی اقوام کی سفاکیوں اور ان کے مظالم سے مقابلہ کر رہا ہے اور اُن کے مہلک جنگی سامانوں کے مقابلہ میں حریت و عزت کا جذبہ کام کر رہا ہے، اسی احساس و شعور نے شام کے آئے دن کے خونیں انقلابات کو ٹھوس حکومت میں تبدیل کر دیا ہے، اردن کی کٹھ پتلی حکومت کو برطانیہ کے مقابلہ میں خود دار بنانے کا فیصلہ کیا ہے، عراق کو بغداد پیکیٹ میں شامل ہونے کے باوجود عرب مسائل میں عربی حکومتوں کا ہمدرد بنا دیا ہے، بحرین، قطر، کویت وغیرہ جیسی خلیج فارس کی چھوٹی چھوٹی امارتوں میں عوامی زندگی کی روشنی پیدا کی ہے، عدن سے لے کر یمن تک برطانوی سامراج کے خلاف نفرت پھیلا دی ہے۔ اور قلب عرب کی سعودی حکومت میں دور اندیشی اور خود شناسی کی روشنی جلائی ہے۔

اور سب سے اہم اور آخری حقیقت یہ ہے کہ اسی احساس و شعور نے مصر کی حکومت کو نہر سویز کو قومی ملکیت قرار دینے کے اقدام پر ابھارا ہے اور اس اقدام کی راہ میں بڑی سے بڑی استعماری طاقتوں اور استبدادی فوجوں کے ساتھ کھیلنے کا ذوق پیدا کیا ہے۔

مصر شمالی افریقہ کا ایک اہم ملک ہے جو مشرق اور مغرب کے مابین دروازہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی نہر سویز دنیا بھر کی حکومتوں کے لئے تجارتی اور اقتصادی سہارا ہے، مگر وہ مصر کی ملکیت ہے اور اس پر کسی بھی غیر حکومت کا کوئی قبضہ نہیں ہے، پہلے سویز کمپنی میں غیر ملکی حصہ دار تھے مگر اب وہ مصر اور صرف مصر کی ملکیت بنا دی گئی ہے، اسی مصری اقدام نے برطانیہ اور فرانس کے دماغ کو خراب کر دیا ہے، اور اسرائیل کے ناپاک وجود کا سہارا لے کر یہ دونوں جانی پہچانی ظالم و جابر طاقتیں مصر کے حقوق پر ہفتوں سے یلغار کر رہی ہیں، اور مصر اپنی عزت و شرافت، اپنی حریت و آزادی اور اپنے استقلال کے لئے جس جواں مردی سے مقابلہ کر رہا ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ آج کا مصر اٹھارہویں صدی کا مصر نہیں ہے، بلکہ آج کا مصر ایک طاقتور مصر ہے جو دنیا کی دو طاقتور اور ظالم ترین حکومتوں کا اور اُن کے نوزائیدہ بچے اسرائیل کا ڈٹ کر ہفتوں سے زائد سے مقابلہ کر رہا ہے، اور برطانیہ و فرانس کے رہے سہے عالمی بھرم اور اقتدار کو جہنم میں جھونک رہا ہے۔ وہ فرانس جو گذشتہ جنگ میں جرمنی جیسی طاقت کے مقابلہ میں چھ دن تک نہ ٹک سکا تھا، آج مصر اس سے دس دن سے زائد سے ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے، وہ برطانیہ جسے ہٹلر نے بم باری کر کے تہ خانوں اور غاروں میں گھسا دیا تھا آج مصر اس نبرد کے دفاع میں اپنی مردانگی کا سکہ بیٹھا رہا ہے، اس وقت تک مصر اسرائیل، برطانیہ اور فرانس کی بربریت کا شدت سے مقابلہ کر رہا ہے اور یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں۔ زندہ باد مصر، زندہ باد بہادران مصر، اب اسرائیل کی خیر نہیں ہے اور آج سے برطانیہ اور فرانس کا دیوالیہ پن دنیا کی تمام قوموں پر ظاہر ہو گیا۔

افسوس کہ "بزمِ شبلی" کی آخری شمع جمعرات ۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو بجھ گئی یعنی مولانا عبدالسلام ندوی بھی ۷۴ سال کی عمر میں قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے، ویسے تو مولانا نے ادھر کئی سالوں سے جیتے جی گویا مرحوم و مغفور ہو کر تصنیف و تالیف کا کام بند کر دیا تھا، مگر اس حال میں بھی وہ کچھ نہ کچھ لکھا پڑھا کرتے تھے،

مولانا عبدالسلام ندوی، علامہ شبلی کے گاؤں بندول کے قریب ہی ایک گاؤں مسلم پٹی کے رہنے والے تھے اور علامہ شبلی کے خاص الخاص شاگردوں میں تھے، کہنا چاہیئے کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بعد مولانا عبدالسلام علامہ شبلیؒ کی چلتی پھرتی یادگار تھے جو اب مٹ گئی، علامہ شبلی اگر صاحبِ طرز انشا پرداز تھے تو مولانا عبدالسلام ان کے سچے پرتو تھے، علمی، ادبی، تحقیقی اور تصنیفی ذوق میں بالکل شبلی کے متبع تھے، ندوہ سے نکلنے کے بعد کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ الہلال میں مدتوں اپنے علم و قلم کی جولانی دکھاتے رہے، پھر جب علامہ شبلی نے اعظم گڈھ میں دارالمصنفین قائم کیا تو کلکتہ سے یہاں آکر اس طرح رہ گئے ہیں کہ مر کر بھی اس سے جدا نہ ہوئے اور اپنے استاذ کے پہلو میں جگہ پائی۔

مرحوم کی تصنیفی یادگاروں میں اسوۂ صحابہ، اسوۂ صحابیات، تاریخ فقہ اسلامی، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ، شعر الہند، حکمائے اسلام، اور اقبال کامل وغیرہ بہترین شاہکار ہیں جو اردو میں علمی، ادبی اور تحقیقی اعتبار سے بے بہا خزانہ ہیں، علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کے بعد مولانا عبدالسلام ندوی کی موت ہندوستان کی علمی و ادبی برادری کے لئے اپنی نوعیت کا اہم ترین حادثہ ہے، اور اب دارالمصنفین اعظم گڈھ شبلی اسکول کے براہ راست تربیت یافتہ شخصیتوں سے خالی ہو گیا، مولانا مرحوم اپنی وضعداری، سادگی اور بے تکلفی میں اپنی نظیر آپ تھے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ہمیں اُن کا نعم البدل دے۔ آمین۔

افسوس کہ اکتوبر کی پہلی تاریخ کو سحبان الہند علامہ محمد مبین صاحب کیفیؔ چریاکوٹی نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا، آپ ضلع اعظم گڈھ کے مردم خیز مقام خطۂ یونان چریاکوٹ کے رہنے والے تھے اور استاذ دوران حضرت مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، آپ خاندانی علمی روش سے ہٹ کر شعر و شاعری کی راہ پر چلے اور سحبان الہند کے لقب سے ملقب ہوئے، اقبال سہیل کے بعد علامہ کیفی کی وفات اعظم گڈھ کی شعری و ادبی محفل کے لئے بڑا حادثہ اور ہماری اردو زبان کے لئے نقصان عظیم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

افسوس کہ اسی ماہ اکتوبر کی ۲ تاریخ کو ہمارے رفیق کار محترم الحاج محی الدین منیری صاحب مدیر مسئول "البلاغ" کی والدہ ماجدہ نے وصال فرمایا، مرحومہ کی عمر کافی ہو چکی تھی اور ان کی زندگی کے آخری ایام اپنی صالح اولاد کی خدمت گذاری میں زہد و عبادت کے ساتھ گذرے، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(قاضی اطہر مبارکپوری)

غازی

چھا جاتا ہے ماحول پہ جب رنگِ تباہی
آنکھوں میں جب آجاتی ہے افسردہ نگاہی

حق دیتا ہے جب بھول کے باطل کی گواہی
انوار پہ یورش کو جب اُٹھتی ہے سیاہی

جس وقت بُھلا دیتا ہے منزل کا تصور
آزادیٔ احساس کی شہ راہ کا راہی

گھُس جاتا ہے جب دیکھ کے ہنگامۂ باطل
رُوباہ صفت خانقۂ غم میں سپاہی

سجادۂ ناپاک پہ جب بے اثری سے
دم توڑتی ہے یاس میں ہر آہِ پگاہی

تسکین ہو جب گوشہ نشینانِ حرم کو
ہتھیائیں گدا دہر کے اسلام کی شاہی

جب عقل بھٹک جائے، سیہ خانۂ سر میں
پلکوں کے شکنجوں میں کسے، دُور نگاہی

اُس وقت بپھرتا ہے کوئی غازیٔ میداں
باہمت و باہیبت و باژرف نگاہی

اِس شان سے چلتا ہے شہنشاہِ صداقت
خورشید پہ ہنستی ہے درخشندہ کُلاہی

اِس طرح پلٹ دیتا ہے تقدیر کا پانسہ
مٹ جاتی ہے تدبیر کے چہرے سے سیاہی

وہ امن بھی یلغار سے بچتا نہیں اطہرؔ!
جس امن کا ہر رُخ ہو تباہی ہی تباہی